ترجمہ وتلخیص

مکہ مکرمہ پر ابرہہ کے حملے کے مقاصد و نتائج
ایک تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر ریاض ہاشم نعیمی

ترجمہ: پروفیسر مسعود الرحمن خان ندوی

بہت سے محقق مورخین نے ابرہہ حبشی کی مکہ مکرمہ پر فوجی چڑھائی کے اسباب سے بحث کرکے اس موضوع پر کافی مواد طبع کردیا ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ وہ اُس وقت کے قریش کے سردار عبدالمطلب کے موقف کی حقیقت اور اس کی حکمت سے بحث کرتے ہیں، نہ اس موضوع سے متعلق ابن اسحاق کی روایت کی صحت و عدم صحت کی طرف توجہ کرتے ہیں، نہ اس روایت کی غرض و غایت کا پتہ لگاتے ہیں۔ موجودہ بحث انہی خامیوں کی تلافی کے لیے کی جارہی ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ اس ظالمانہ فوج کشی کے سیاسی، اقتصادی اور مذہبی اسباب کا جائزہ لیں اور ابن اسحاق کی روایت پر بحث کرکے اس سے صحیح نتائج حاصل کریں۔

ابن اسحاق کی روایت یہ ہے:

> جب ابرہہ مکہ کے قریب پہنچا تو اس کی فوج نے عبدالمطلب کے دو سو اونٹ پکڑ لیے، ان کی واپسی کے لیے عبدالمطلب نے ابرہہ سے ملاقات کی، تو ابرہہ نے کہا: جب میں نے تم کو دیکھا تو مجھے پسند آئے، لیکن جب تم نے بات کی تو میری نظر میں تمہاری قدر گھٹ گئی! کیا تم مجھ سے ان دو سو اونٹوں کے بارے میں بات کرتے ہو جو میں نے پکڑ رکھے ہیں، اور اس گھر کو نظر انداز کررہے ہو جو تمہارے اور تمہارے آباو اجداد کا دینی مرکز ہے اور جس کو

میں ڈھانے آیا ہوں، تم اس کے بارے میں مجھ سے بات نہیں کرتے؟
عبدالمطلب نے جواب دیا: میں اونٹوں کا مالک ہوں، اسی طرح اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔
ابرہہ نے کہا: وہ اس کو مجھ سے نہیں بچا سکے گا۔
عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور تمہارا کام! یا تم اس سے نپٹ لو![۱]

اس روایت کو علی حالہ تسلیم کرنا عربوں کی اپنے ملک وملت اور عزت و آبرو کی، زندگی کے آخری لمحات تک حفاظت وحمایت کی بلند روایات واخلاق سے کسی طرح میل نہیں کھاتا۔

فوجی مہم جوئی کے سیاسی، اقتصادی اور مذہبی مقاصد

یمن میں ابرہہ کا اقتدار مستحکم ہوا تو معاصر حکّام و ملوک کے نزدیک بھی اس کا مقام بلند ہو گیا، سب نے اس سے سیاسی و تجارتی تعلقات قائم کرنا شروع کر دیے۔[۲] سدّ مآرب میں دریافت ہونے والی لوحوں سے متعلق روایت کے مطابق ۵۴۳ء میں اس کے دربار میں پانچ سلطنتوں کی سفارتیں پہنچی تھیں۔ اکسوم، بیزنطہ، ایران مناذرہ، غسانیہ[۳] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود مختار بادشاہ بن گیا تھا، حاکم حبشہ اکسوم (جس نے اس کو یمن پر حملہ کے لیے بھیجا تھا) نے بھی اس سے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی، بلکہ ایک بڑے مقصد کے لیے ایک طرح کی دوستی قائم کر لی، اس لیے کہ ان دونوں کے ساتھ بیزنطہ کے رومی حکام کا مقصد بھی پورے عرب علاقہ کو عیسائیت کے ماتحت لانا تھا، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ابرہہ یمن میں اپنی حکومت کو عیسائی رنگ میں رنگنے کے لیے پوری طرح کوشاں تھا، سدّ مآرب میں دریافت شدہ لوحوں پر درج اس کی تحریریں اس عبارت سے شروع ہوتی تھیں:

بحول وقوة ورحمة الرحمٰن و	رحمٰن، اس کے مسیح اور روح القدس
مسیحه وروح القدس[۴]	کی رحمت اور قوت وقدرت سے (شروع کرتا ہوں)

اسی طرح اس نے مآرب میں قلیس گرجا تعمیر کر کے اس کی خدمت کے لیے سبا کے

عیسائیوں کی ایک جماعت کو متعین کیا، اور خود اس گرجا کا افتتاح کیا۔[۳۸] اس لیے ہم ابرہہ کے مکہ مکرمہ پر حملہ کے سیاسی، اقتصادی اور دینی مقاصد میں فرق نہیں کرسکتے، کیونکہ وہ ایک دوسرے میں ملے جلے ہوئے ہیں، بہرحال یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ یمن پر خود مختارانہ تسلّط کے بعد ابرہہ کی سیاسی طالع آزمائی نے اقتصادی عامل سے مربوط ہو کر مکہ مکرمہ پر فوج کشی کو مذہبی رنگ دے دیا۔

ابرہہ کو عطریات کی تجارت کے راستہ پر قبضہ کی بڑی فکر تھی، یہ راستہ جنوبی جزیرۂ عرب سے ملکِ شام تک پھیلا ہوا تھا اور درمیان میں اس علاقہ کے قدیم تجارتی مرکز مکہ مکرمہ سے گزرتا تھا، مکہ مکرمہ اپنی مرکزیت کے باوجود کبھی کسی بیرونی طاقت کے تسلّط کا شکار نہیں ہوا تھا، وہ ہمیشہ آزاد رہا اور اپنے سیاسی، اقتصادی اور دینی مفادات کے لیے کام کرتا رہا، بہرحال اس تجارتی شاہراہ اور اس کے اہم ترین تجارتی مرکز مکہ مکرمہ کے خلاف ابرہہ کی امنگیں اور آرزوئیں بیزنطی سلطنت اور اکسوم کی حکومت کے عام مقاصد کے خلاف بھی نہ تھیں، اس لیے ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے سیاسی، اقتصادی اور دینی نفوذ کو ختم کرنے کے لیے قدم اٹھایا تاکہ اس کے بعد حجاز کے باقی علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعہ اپنا تسلّط قائم کرے۔[۳۹]

طبری لکھتا ہے:

> نجاشی کے ابرہہ سے راضی ہونے اور حکومتِ یمن پر اسے برقرار رکھنے کے بعد ابرہہ نے صنعاء میں بے نظیر اور شاندار گرجا تعمیر کیا، اس کو سونے اور اعلیٰ قسم کے رنگوں سے سجایا، قیصر کو لکھ کر مطلع کیا کہ وہ صنعاء میں ایک ایسا گرجا بنانا چاہتا ہے جس کا نام اور عظمت ہمیشہ باقی رہے، اور اس سے اس کے لیے مدد طلب کی، قیصر نے کاریگر اور اعلیٰ قیمتی رنگ برنگ کے پتھر اور سنگِ مرمر وغیرہ بھیج کر اس کی مدد کی۔
>
> تعمیر کی تکمیل کے بعد ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں عرب حاجیوں کو صنعاء کے گرجا کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔ عربوں کو پتہ چلا تو ان کو یہ بات بڑی گستاخی معلوم ہوئی اور بہت شاق گذری، چنانچہ بنو کنانہ

کے ایک خاندان بنو مالک کا ایک مرد چل کر یمن پہنچا اور ہیکل میں جاکر حدث کرکے اس کو گندہ کر دیا، اس جسارت پر ابرہہ بہت غصہ ہوا اور اس نے مکہ پر حملہ اور بیت اللہ کو ڈھانے کا تہیہ کر لیا۔[۲۸]

طبری کی مذکورہ عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں، جن سے اس مہم جوئی کی حقیقت اور اس کے دوررس مقاصد پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ مذہبی اختلافات کے باوجود ابرہہ اور بیزنطہ کے رومی حاکم کے درمیان پہلے بڑے پیمانے پر صنعاء میں قلیس گرجا بنانے کے منصوبہ پر اتفاق و تعاون ہوا پھر اس کی تنفیذ ہوئی۔

۲۔ اس گرجا کی تعمیر کا واضح مقصد، جیسا کہ ابرہہ نے شاہِ حبشہ کو مطلع کیا، عرب حجاج کو مکہ میں بیت اللہ سے منحرف کرنا تھا، جس کے لیے محمد بن خزاعی کو مضر پر امیر بنا کر اس کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں سے رابطہ قائم کرکے ان کو قلیس گرجا کے حج کی دعوت دے۔[۲۹]

۳۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مکہ پر حملہ صرف کسی عرب قبیلہ کے ایک فرد کے گرجا میں حدث کر دینے کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ عام عربوں پر تسلط جمانے کے بڑے سیاسی منصوبہ کے تحت عمل میں آیا تھا، یعنی اس حملہ کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعہ عربوں کو شمال میں بیزنطی تسلط اور جنوب میں حبشی تسلط کے ماتحت لانا تھا۔

۴۔ اس حملہ کا مقصد مکہ سے گذرنے والے تجارتی راستہ پر قبضہ اور اس کو شمال میں بیزنطی رومیوں کی مدد سے یمن کے حکام کے تابع فوجی چھاؤنی بنانا تھا تاکہ اس طرح یہ راستہ مکمل طور پر ان کے ماتحت ہو جائے۔

۵۔ ابرہہ کے مقرر کردہ نائب محمد بن خزاعی کا قتل اہلِ تہامہ کے ہاتھوں ہوا تو ابرہہ غصہ سے مشتعل ہو گیا اور تمام جنوبی قبائل کو اپنے ماتحت کرنے کے لیے فوجی مداخلت کا عزم کر لیا چنانچہ اپنے منصوبہ کو نافذ کرنے کے لیے اس نے فوراً خود ہی اقدام کیا۔ طبری لکھتا ہے:

اہلِ تہامہ کو جب (مذکورہ مقصد کے لیے) محمد بن خزاعی کے تقرر

کا علم ہوا تو انھوں نے ایک شخص کو بھیج کر اسے قتل کروا دیا[۹]۔
جب ابرہہ کو خزاعی کے قتل کی خبر ملی تو غصہ ہوا، اور قسم کھائی کہ
بنو کنانہ پر حملہ کر کے خانۂ کعبہ کو ضرور ڈھا دے گا[۱۰]

مکہ پر حملہ سے متعلق راست اور واضح یمنی تحریری دستاویزات ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ اہلِ بحث و تحقیق نے صرف اخباریوں سے منقول زبانی روایتوں پر اعتماد کیا ہے[۱۱] جن میں تاریخی دقّت رسی مفقود ہے، اس کے باوجود اس حملہ کے سیاسی، اقتصادی اور دینی اسباب و عوامل میں ایک دوسرے سے خلط ملط اور مداخلت واضح ہے، اس لیے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حملہ سیاسی و اقتصادی مقاصد کے حصول کے لیے تھا جس نے دینی روپ اختیار کر لیا تھا۔

تاریخی روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حجاز پر قبضہ کے لیے ابرہہ کا یہ واحد حملہ نہ تھا، بلکہ اس سے پہلے بھی کئی کوششیں ہو چکی تھیں، چنانچہ بعض اہلِ تحقیق کے نزدیک ۵۴۷ء کے لگ بھگ ابرہہ نے بنی عامر کے علاقہ پر ہلّہ بول دیا تھا، یہ علاقہ مکہ کے نجدی مضافات میں طائف کے جنوب مشرق میں تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر ہے[۱۲] بہر حال یہ حملہ کامیاب نہ ہو سکا اور ابرہہ مکہ تک پہنچنے میں ناکام رہا، اس لیے کہ عربوں کی مزاحمت نے اس کو راستہ ہی میں چھوڑ چھوڑ کر دیا تھا، اور وہ زیادہ تیاری کے ساتھ دوبارہ واپسی کی امید پر لوٹ گیا۔

تاریخی مصادر میں ۵۷۰ء ـ ۵۷۱ء کے دوران ابرہہ کے ایک اور حملہ کا ذکر ملتا ہے جس کے لیے اس نے خوب تیاری کی تھی، مقصد وہی یمن سے مکہ تک کے راستے پر آباد تمام عرب قبائل کو اپنے زیرِ اقتدار لانا تھا، اس حملہ میں ہاتھیوں کے استعمال کی وجہ سے ابرہہ مکہ تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا، اسی لیے مؤرخین نے اس کا نام حملۃ اصحاب الفیل رکھا، اور قرآن شریف نے بھی اس کا ذکر اصحاب الفیل ہی کے نام سے کیا ہے، اس حملہ سے متعلق خاصی تفصیلی روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد عرب قبائل نے قدم قدم پر اس کو مکہ تک پہنچنے سے روکنے کے لیے آویزش کی، لیکن وہ سب کو پسپا کرتا ہوا اس مرتبہ آخر کار مکہ پہنچ ہی گیا، اور خانۂ خدا کے سامنے مع اپنے لشکر

اور ہاتھیوں کے خیمہ زن ہوا تاکہ اصل منصوبہ کے مطابق اسے ڈھا دے اور عرب حجّاج کو مکہ سے ہٹا کر قلیس گرجا کی طرف پھیر دے، بہرحال مکہ پہنچنے کے بعد اس نے اس کے سردار و رہنما عبدالمطلب کو پیغامبر کے ذریعہ اپنے مطالبہ کی اطلاع، بقول ابن اسحاق، ان الفاظ میں دی:

> "بادشاہ تم کو مطلع کرتے ہیں کہ میں تم لوگوں سے جنگ کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تو صرف اس گھر کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں، اس لیے اگر تم اس کو بچانے کے لیے جنگ نہ کرو تو مجھے تمہارا خون بہانے کی ضرورت نہیں" [۱۳]
>
> یہ سن کر سردارِ قوم عبدالمطلب نے صرف یہ کیا کہ مکہ کے باشندوں کو مکہ چھوڑ کر اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا، اس لیے کہ ان کو اس سے لڑنے کا یارا نہ تھا [۱۴]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قریش کے سردار اور بنی ہاشم کے قائد عبدالمطلب کا اس حد تک منفی مصالحانہ موقف کیا عقل و منطق کے لیے قابلِ قبول ہے؟ کیا حملہ آور کے ظالمانہ، ناجائز اور بے جا مطالبہ پر اعتراض یا معمولی درجہ کے اظہارِ ناپسندیدگی تک کا ان میں دم خم نہ تھا؟ حالانکہ اہلِ مکہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ اپنے شہر کی سیادت و اقتدار کے خلاف نہ کوئی حرف سن سکتے تھے، نہ بیت اللہ کی عزت و حرمت پر آنچ آنے دے سکتے تھے، لیکن ابن اسحاق کی قدیم ترین روایت بتاتی ہے کہ:

> ابرہہ نے جب سنا کہ عبدالمطلب اپنی قوم کے سردار ہیں تو ان کو ملاقات کی اجازت دے دی، لیکن ان کو اپنے پہلو میں بٹھانا پسند نہ کیا، اس لیے خود اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بچھے ہوئے فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا، ترجمان کے ذریعہ جب ابرہہ نے ان سے ان کی ضرورت کی بابت معلوم کیا تو عبدالمطلب نے کہا: میری ضرورت یہ ہے کہ میرے دو سو اونٹ واپس کر دیں جن کو آپ کے فوجیوں نے پکڑ لیا ہے [۱۵]

ابرہہ نے جواب دیا: جب میں نے تم کو دیکھا تو تم مجھ کو پسند آئے، لیکن جب تم بولے تو میری دلچسپی تم سے ختم ہوگئی، کیا تم مجھ سے ان دو سو اونٹوں کی بابت بات کرتے ہو جو میں نے پکڑ لیے ہیں؟ اور اس گھر کو چھوڑ رہے ہو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کا دین ہے (یعنی مرکزِ دین ہے)؟ اور جس کو میں ڈھانے آیا ہوں' تم اس کے بارے میں مجھ سے بات نہیں کرتے؟

عبدالمطلب نے کہا: اونٹوں کا مالک میں ہوں، اس گھر کا بھی ایک مالک ہے، وہی اس کی حفاظت کرے گا۔

ابرہہ کے کہا: وہ اس کو مجھ سے نہیں بچا سکے گا۔

عبدالمطلب نے جواب دیا: تم اس سے نبٹ لو[۱۶]

حملہ آور ابرہہ اور بنو ہاشم کے سردار، قریش کے رہنما عبدالمطلب کے درمیان مذکورہ گفتگو پر تمام تاریخی مصادر کا اتفاق ہے، ابن اسحٰق کی روایت کا باقی حصہ یہ ہے:

عبدالمطلب قریش کے پاس واپس پہنچے تو صورتِ حال سے مطلع کر کے ان کو ابرہہ کے لشکر کے سامنے ذلت و رسوائی کے خوف سے مکہ سے نکل کر پہاڑیوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا، پھر قریش کے کچھ افراد کے ساتھ کعبہ پہنچے، اور اس کے دروازہ کا حلقہ (زنجیر) پکڑ کر ابرہہ اور اس کے لشکر کے خلاف بد دعا کی، اللہ سے مدد مانگی اور یہ کہا:

لاهمّ ان العبد يمنع رحله فامنع حلالك

اے اللہ آدمی اپنے اہل کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے لوگوں کی حفاظت کر

لا يغلبنّ صليبهم و محالهم غدواً محالك

کل ان کی صلیب اور قوت تیری قوت پر ہرگز غالب نہ آنے پائے

ان كنت تاركهم و قبلتنا فأمرٌ ما بدا لك[۱۷]

اگر تو نے ہمارے قبلہ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو پھر تیرا جو جی چاہے کر

پھر عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازہ کا حلقہ چھوڑ کر قریش کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر پناہ لی اور وہاں انتظار کرنے لگے کہ ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر کیا کرتا ہے؟

ان تمام عبارتوں سے سردارِ عرب و قریش و بنی ہاشم عبد المطلب کے مطلبی پن اور ان کی کس مپرسی کا ناقابلِ یقین حال سامنے آتا ہے، اس لیے اس روایت کی تحقیق ضروری ہے۔

ابن اسحٰق کی روایت کی تحقیق

یہ روایت اگرچہ سیرۃ ابن ہشام، ازرقی کی اخبارِ مکہ، اور طبری کی تاریخ الرسل والملوک میں بھی موجود ہے، لیکن سب کا اعتماد قدیم ترین تاریخی مصدر سیرۃ ابن اسحٰق ہی پر ہے۔ بظاہر اس کی سند میں بھی کوئی سقم معلوم نہیں ہوتا، اس کے باوجود اس کی تحقیق کے لیے قریش سے پہلے مکہ کی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ازرقی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تبابعہ کی جانب سے خزاعہ کے عہد میں بھی مکہ پر حملہ کی ایک کوشش ہوئی تھی، وہ روایت یہ ہے:

> خزاعہ بیت اللہ کی ولایت اور مکہ کی حکومت پر تین سو سال تک برقرار رہے، ان کے زمانہ میں بعض تبابعہ بیت اللہ آئے اور اس کو برباد کر کے ڈھانا چاہا، ان کے مقابلہ کے لیے خزاعہ اٹھے اور انھوں نے بیت اللہ کی حفاظت کے لیے سخت ترین جنگ کی، یہاں تک کہ تبابعہ لوٹ گئے[۱۸] اس کے علاوہ بیت اللہ کو مٹانے کی دیگر کوششیں ہوئیں جو ناکام رہیں[۱۹]

یمن کے یہ تبابعہ حکام بت پرست تھے، انھوں نے بھی اپنے سیاسی اور اقتصادی مقاصد کے حصول کے لیے مکہ پر قبضہ کرنا چاہا تھا اور بیت اللہ کی بربادی کو اس کا ذریعہ بنایا تھا، لیکن خزاعہ نے بیت اللہ کی حفاظت کے لیے سخت ترین جنگ کی یہاں تک کہ بقول ازرقی: (انھوں نے تبع سوم کو اس حد تک مجبور کر دیا کہ) اس نے بیت اللہ کے لیے جانور ذبح کیے، اس کو پوشاک پہنائی، اس کے لیے دروازہ بنایا، پھر کئی دن اس کے پاس قیام کیا اور ہر روز سو اونٹ ذبح کرتا رہا[۲۰]

یہ خزاعہ بھی عرب اور بیت اللہ کے محافظ تھے، اسی لیے انھوں نے

بیت اللہ کی حفاظت اور بیرونی حملہ کے خلاف موت تک مدافعت کو اپنا فرض سمجھا، دوسری طرف تبابعہ بھی بڑے طاقتور جنگ جو تھے، وہ بھی ابرہہ کی طرح بیت اللہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور راستہ میں جو بھی مزاحم ہوا اس کو روندا، تیسری طرف حجاز کے بت پرست بھی عرب تھے جو بیت اللہ کو نقصان پہنچانے والی کسی طاقت کے ساتھ نرمی برتنے کے لیے تیار نہیں تھے، اس لیے کہ اس میں ان کے بت رکھے ہوئے تھے، اور قریش کے ساتھ ان کے موسم سرما و گرما کے تجارتی کاروانوں کا مرکز مکہ تھا، اور ان دونوں کی حفاظت و بقا سے ان کا اپنا مفاد وابستہ تھا، اس لیے وہ ہر اس طاقت سے جنگ کرتے ہیں جو قریش، ان کے دینی مقدسات اور جزیرۂ عرب کے شمال وجنوب میں ان کے مقام و مرتبہ کو نقصان پہنچاتی ہے[۱۷۱]

اس پس منظر میں حملہ آور ابرہہ کے خلاف عرب اور قریش کے سردار عبدالمطلب کے موقف سے متعلق ابن اسحٰق کی روایت کا دوسری روایت سے باریکی کے ساتھ موازنہ و تجزیہ کرکے اس کو قبول یا رد کرنا چاہیے، تاکہ تاریخی تنقید کا حق ادا ہو، ایسا کرنے سے عبدالمطلب کا دشمن کے خلاف موقف اتنی بے بسی، پست ہمتی اور خود سپردگی کا نہیں معلوم ہوگا جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت سے جھلکتا ہے، اونٹوں کی واپسی سے متعلق روایت کے ٹکڑے کو تسلیم کرنے میں تو حرج نہیں، مگر ابرہہ، اس کی حبشی فوج اور ہاتھیوں کی قوت کے سامنے مکمل خود سپردگی کا اظہار یقیناً ناقابل قبول ہے، قوم کے سردار اور مکہ کے لیڈر ہونے کے ناتے عبدالمطلب کا فرض تھا کہ وہ مکہ کی حفاظت کے لیے کچھ اقدامات کرتے، ہمارے پاس اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے عرب قبائل کے بعض سرداروں کو بلایا اور ابرہہ سے گفتگو کے لیے ایک وفد تشکیل دیا، اس کے بارے میں ابن اسحٰق نے لکھا ہے:

> عبدالمطلب کے ساتھ ابرہہ کے پاس بنی بکر کے سردار حناطہ بن یعمر بن نفاثہ بن عدی بن دئل بن بکر بن مناۃ بن کنانہ اور ہذیل کے سردار خویلد بن وائلہ ہذلی گئے اور ان سب نے ابرہہ

کے سامنے تہامہ کے تہائی مال کی پیشکش اس شرط کے ساتھ
کی کہ ابرہہ ان کے علاقہ سے واپس چلا جائے اور بیت اللہ نہ ڈھائے
لیکن اس نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[۲۲]

یہ ابرہہ کو مکہ سے واپس پھیرنے کے سلسلے میں عبدالمطلب کی پہلی کوشش تھی۔ اس سفارت کی ناکامی کے بعد عبدالمطلب نے مکہ اور خانۂ کعبہ کو حملہ آور لشکر سے بچانے کے لیے یقیناً دوسرے احتیاطی اقدامات کیے ہوں گے، لیکن ہمارے تاریخی مصادر ان کا ذکر نہیں کرتے، وہ صرف ابن اسحٰق کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ سفارت کی ناکامی کے بعد عبدالمطلب بیت اللہ کو تقدیر آسمانی پر چھوڑ کر پہاڑ کی طرف نکل گئے، لیکن خود ابن اسحٰق کے بیانات میں واضح بے ربطی موجود ہے، وہ ایک طرف لکھتے ہیں: "پھر عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازہ کا حلقہ چھوڑا، اور ان کے ساتھ جو قریشی تھے ان کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لی"[۲۳] اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں: "مکہ میں عبدالمطلب اور ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی کے علاوہ کوئی نہیں بچا، وہ دونوں حجاج کو کھانا کھلاتے اور پانی پلاتے تھے"[۲۴] نیز ابن اسحٰق کی اس روایت میں دقّت رسی اور باریک بینی بھی مفقود ہے، چنانچہ انھوں نے ایک طرف لکھا ہے:

"عبدالمطلب اور اہلِ مکہ سب کے سب پہاڑوں کی طرف
نکل کر انتظار کرنے لگے کہ اب ابرہہ ان کے شہر اور اس کے مقدسات
کے ساتھ کیا کرتا ہے اور سردارانِ قوم اس حملہ کے مقابلہ میں ہاتھ
پر ہاتھ باندھے بیٹھے رہے"۔

دوسری طرف کئی تاریخی مصادر مع ابن اسحٰق ان کوششوں کا ذکر کرتے ہیں جو عرب قبائل کے رہنماؤں نے بیت اللہ کو بربادی سے بچانے کے لیے کی تھیں، چنانچہ خود ابنِ اسحٰق نے بھی لکھا ہے:

"جب عربوں نے یہ سنا کہ ابرہہ بیت اللہ کو ڈھا دینا چاہتا ہے
تو اس کو بہت بڑی جسارت مانا، اس کی پوری فکر کی، اور ابرہہ کے
خلاف اپنے اوپر جہاد فرض سمجھا"۔[۲۵]

پھر عرب اشراف ابرہہ سے جنگ کے لیے جمع ہوئے تو ابن اسحٰق نے لکھا:

"اہلِ یمن کے اشراف اور ملوک میں سے ایک شخص ابرہہ کے خلاف اٹھا جس کا نام "ذونفر" تھا، اس نے اپنی قوم اور تمام عربوں کو ابرہہ کے خلاف جنگ کی دعوت دی جس نے بیت اللہ کی بربادی کے عزم کا اظہار کیا تھا، تو اس کی دعوتِ جہاد پر لوگوں نے لبیک کہا۔[۲۶] وہ لوگ جب ابرہہ کے مقابلہ میں سامنے آئے تو اس نے ان کو شکست دی، پھر جب وہ خثعم کے علاقہ میں پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی اور اس کے تابع عرب قبائل نے ابرہہ سے جنگ کی یہاں تک کہ ابرہہ نے ان کو شکست دی۔[۲۷]"

ان روایات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرب قبائل کے سردار اپنے رہنما قریش اور اپنے مقدس بیت اللہ کی حفاظت کے لیے راستہ بھر ابرہہ کا ناک میں دم کیے رہے، لیکن زیرِ بحث روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ مکہ پہنچتا ہے تو ناقابلِ یقین حد تک ذلت وخواری سے خود قریش اور ان کے سردار عبدالمطلب ابرہہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، وہ نہ اپنے دینی مقام و مرتبہ کے مقدّس مرکز بیت اللہ کے لیے کچھ کرتے ہیں، نہ شمالی وجنوبی عربوں کے تجارتی مرکزی مقام مکہ کی حفاظت کے لیے تدابیر اختیار کرتے ہیں، بس چپکے سے جان بچا کر پہاڑوں پر سے تماشا دیکھتے ہیں۔

ان تمام بیانات کے تناقضات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن اسحٰق کی زیرِ بحث روایت، جس پر بیشتر مؤرخین[۲۸] ومفسّرین نے اعتماد کیا ہے، تحریف کا شکار ہوئی ہے۔ اس کا مقصد قریش اور عبدالمطلب کے واسطہ سے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مطعون کرنا اور عوامی ذہن کو گمراہ کرنا تھا، یہ بات بعید بھی نہیں ہے، اس لیے کہ سیرتِ نبوی کی تدوین عہدِ اموی کے اواخر اور عصر عباسی کے اوائل میں اس وقت ہوئی جبکہ مذہبی وسیاسی مفادات کے حصول کے لیے مختلف فرقوں اور گروہوں کا وجود عام بات ہوگئی تھی، شعوبیت اور مجوسیت نے بظاہر عربوں کے خلاف اور بباطن اسلام کے خلاف زبان درازی شروع کردی

تھی، اور عربی واسلامی رموز کو بدنام کرنے کی برملا کوششیں جاری تھیں، اس ماحول میں سیرتِ نبوی کے تاریخی مواد میں کھلواڑ کا موقع غرض مندوں کو حاصل تھا، ورنہ عقلی ومنطقی طور پر یہ بات کیسے درست سمجھ لی جائے کہ قریش سے پہلے کے سردارِ مکہ خزاعہ تو حکامِ یمن کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگادیں، لیکن قریش کے سردار عبدالمطلب مکہ اور بیت اللہ کو بے یار ومددگار چھوڑ کر سارے باشندوں کو شہر خالی کرنے کا حکم دے کر سب کے سب پہاڑوں کی طرف نکل جائیں، حالانکہ یہ وہی اولوالعزم، جرأتمند اور بہادر عبدالمطلب تھے جن کو ہم زمزم کی کھدائی کے موقع پر دیکھتے ہیں جبکہ ان کی صرف ایک اولادِ نرینہ تھی[۲۹] اور یہ وہی عبدالمطلب تھے جو فجار کی جنگوں میں قریش کے ساتھ شانہ بہ شانہ لڑتے اور اپنی طاقت وقوت کا سکہ جاتے تھے[۳۰] نیز یہ وہی عبدالمطلب تھے جن کے صاحبزادے ابوطالب اپنی قوم کی خفگی مول لے کر بعثت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں سینہ سپر اور ان کے ساتھ تعاون میں پیش پیش رہتے تھے[۳۱] ان حقائق سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب بُرا وقت پڑنے پر بزدل اور سراسیمہ ہوجانے والے آدمی نہ تھے، اگر وہ ایسے ہوتے تو قریش کے سردار ہوتے، نہ مکہ کے رہنما ورہبر وقائد۔

جہاں تک قریش کا تعلق ہے تو وہ خود عربوں میں اپنی طاقت وشجاعت اور قائدانہ صفات کے لیے مشہور تھے، انھوں نے سرما وگرما کے تجارتی کاروانوں کے ذریعہ عرب قبائل میں اپنے لیے باعزت مقام بنایا تھا، اور ان کے اقتصادی مفادات کے نگراں اور ان کے دینی مقدسات کے محافظ بن گئے تھے۔ اس کے علاوہ فرزندانِ قریش نے مکہ کی تاریخ میں ہمیشہ تسلط وغلبہ حاصل کرنے کی بیرونی کوششوں کا توڑ کیا اور انھیں ناکام بنایا، چنانچہ بیزنطینی رومیوں کی مکہ پر تسلط کی کوشش کی قریش کی طرف سے مخالفت کے بارے میں ابن بکار لکھتے ہیں:

"جب عثمان بن حویرث قیصر کا ایک خط لے کر آیا جس پر سونے کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس میں تحریر تھا کہ عثمان مکہ کا بادشاہ اور قیصر کا ماتحت

ہوگا"[۳۲] تو قریش نے اس کو رد کر دیا، یہاں تک کہ زمعہ بن اسود ابن مطلب بن اسد طواف میں لوگوں کو لے کر اٹھا اور پکارنے لگا کہ قریش پر کوئی غلبہ و تسلّط حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کی بات پر قریش جوش میں آگئے، انھوں نے عثمان کے مطالبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کو برا بھلا کہنے لگے، یہاں تک کہ اس کو مکہ سے نکال دیا۔[۳۳]

اسی طرح جب ابرہہ نے محمد بن خزاعی کو مکہ پر حاکم بنا کر بھیجا تو بنی کنانہ نے ایک آدمی بھیج کر راستہ ہی میں اس کو قتل کرا دیا۔[۳۴] ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش اور اس کے سربرآوردہ لوگ (جو اس کے حاکم اور مردانِ کار ہوتے تھے) اپنے سیاسی، اقتصادی اور دینی مفادات کے خلاف مصالحت، بھاؤ تاؤ نہیں کرتے تھے، نہ سہل انگاری سے کام لیتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ قریش نے اپنے تمام خاندانوں اور مردانِ کار کے ساتھ اس بیرونی حملہ کے مقابلہ کے لیے امکان بھر پوری تیاری کی تھی اور تمام ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں، چنانچہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے:

"ابرہہ کو بیت اللہ ڈھانے سے روکنے کے لیے قریش نے زرہیں اور چیتوں کی کھالیں پہنیں۔"[۳۵]

اگر قریش حملہ کے بہادرانہ مقابلہ کے بجائے کسی بزدلی کا اظہار کرتے تو دیگر عرب قبائل کے سامنے ان کی بڑی سبکی ہوتی اور ان کی ہیبت اور رعب داب سب مٹ جاتا۔ پھر چونکہ ابرہہ کے لشکرِ جرار اور ہاتھیوں کے مقابلہ میں قریش کو اپنی کمزوری کا بھی پوری طرح اندازہ تھا اس لیے انھوں نے اس معرکہ کا آخری فیصلہ، ابرہہ کی واپسی، بیت اللہ کی حفاظت وغیرہ درپیش امور کو اللہ کی قدرت و تدبیر کے حوالے بھی کر دیا جو کہ حق والوں کے لیے صحیح طریقہ ہے، یعنی وہ درپیش خطرہ کے ازالہ کے لیے اپنے بس بھر اسباب اختیار کر کے اپنی عاجزی کا کھلا اظہار اللہ سے کرتے ہیں اور اس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کی حفاظت کرے، چنانچہ اس موقع پر بھی یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو ناکام و نامراد لوٹانے کے لیے اپنے لشکروں کو اس پر مسلّط کر دیا، اور اہلِ مکہ کو جنگ کی نوبت نہیں آئی، چنانچہ

قرآن شریف میں بھی ذکر ہے:

اَلَمْ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب
بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ	نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا
كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ	اس نے ان کی تدبیر کو الٹ نہیں دیا؟
عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ	اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں،
بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ	جو ان کو پتھریلی کنکریوں سے مارتی تھیں
كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (سورہ فیل)	اور انھوں نے ان کو کھایا ہوا بھس بنا دیا.

اس سورت کی تفسیر میں بتایا گیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر سمندر سے ابابیل کی مانند پرندے بھیجے، ان میں سے ہر ایک کے پاس چنے یا مسور کی دال کے برابر تین پتھر تھے: ایک ان کی چونچ میں اور دو ان کے پیروں میں، جس کو بھی یہ پتھر لگتے تھے وہ مرجاتا تھا۔"[۳۶]

مرنے والوں میں ابرہہ بھی تھا اس لیے کہ اس کے بدن پر بھی پتھر لگا تھا، ابن کثیر نے لکھا ہے:

"باقی ماندہ لوگ ابرہہ کو اپنے ساتھ اس حال میں لے کر واپس ہوئے کہ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا، جب وہ صنعا پہنچے تو وہاں ابرہہ مرگیا۔"[۳۷]

عربوں نے جب ابرہہ، اس کے لشکر اور ہاتھیوں کی یہ درگت دیکھی اور قریش نے جس طرح بیت اللہ کا دفاع اور اس کی حفاظت کی، اس کا مشاہدہ کیا تو اس کو بہت بڑا کارنامہ سمجھا اور کہا: آسمان (قدرتِ الٰہی) نے اہلِ مکہ کی طرف سے جنگ کی، اور اس واقعہ کے طفیل عرب کے دلوں میں قریش کو مزید مقدس مقام حاصل ہو گیا اور انھوں نے قریش کو "اللہ والے اور اس کے گھر کے محافظ" کہنا شروع کر دیا۔[۳۸]

حاصلِ بحث

اوپر کے بیانات سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ ابن اسحٰق جو سیرتِ نبوی کے پہلے مدوّن ہیں، کی زیرِ بحث روایت مسخ،

تحریف اور بے ربطی سے خالی نہیں، دیگر مرتبینِ سیرت[11]، مورخین[12]، مفسرین[13] اور نئے اہلِ بحث و تحقیق[14] نے اس روایت کو بعینہ ابن اسحٰق سے لے لیا اس کی تحقیق و تنقید کی نہ کوشش کی، نہ اس پر اپنی رائے دی۔

۲۔ اس روایت کے بعض ٹکڑے صحیح ہو سکتے ہیں، لیکن ان اجزاء سے خاص طور پر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جن سے قریش کی عزت پر حرف آتا ہے اور وہ ان کو ایسی حالت میں پیش کرتے ہیں جو عرب قبائل میں ان کے معروف مقام و مرتبہ کے خلاف ہیں، اس روایت میں یہ زہر اگرچہ مخفی معلوم ہو لیکن بحث و تحقیق اور تجزیہ سے یہ بالکل واضح معلوم ہونے لگتا ہے، یہ وہی قریش ہیں جن کو ہم دیگر مقامات پر اپنے سیاسی، اقتصادی اور دینی مفادات اور عزت و حرمت کے لیے جان کی بازی لگاتے ہوئے دیکھتے ہیں[15] لیکن ابرہہ کے سامنے وہی قریش اور خاص طور سے ان کے اور عربوں کے سردار عبد المطلب انتہائی ذلت و مسکنت اور بے بسی و عاجزی، بلکہ ذاتی مطلب پرستی کے عالم میں نظر آتے ہیں، اس لیے اس روایت کی غرض و غایت تمام عربوں اور خاص طور پر ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ پر حرف گیری کرنے کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہوتی، حالانکہ عرب نے ہی سب سے پہلے اسلام کا پرچم اٹھایا، جہاں تک وہ اور ان کے گھوڑوں کے قدم پہنچے اس کو بلند کیے ہوئے آگے بڑھتے گئے، نیز یہ وہ امت ہے جس کو سارے عالم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین حنیف کی خدمت کے لیے چنا، جیسا کہ حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ نے کنانہ کو بنی اسماعیل کی اولاد میں سے چنا اور قریش کو کنانہ سے، اور بنو ہاشم کو قریش سے، اور مجھ کو بنو ہاشم میں انتخاب فرمایا"[16]

اس لیے یہی وہ بخت آور امت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلامی پیغام کی تبلیغ کے شرف سے نوازا۔

۳۔ علم و حقیقت کے طالب علماء و محققین کا فرض بنتا ہے کہ وہ تمام روایات اور ان کی عبارتوں کا احاطہ کر کے ان کی تنقید و تمحیص اور تحلیل و تجزیہ کیا کریں، اس عمل کا مقصد طعن و تشنیع نہیں، بلکہ ہماری باعزت اور نامور امت کی روشن

تاریخ کی خدمت اور اس میں دراندازاسرائیلیات، عیسائیات، مجوسیات، شعوبیات اور دیگر اغراض و خواہشات کے بندوں کی فریب کاری سے اس کی تطہیر و صفائی ہے۔

۴۔ ابرہہ حبشی کے ناجائز ظالمانہ حملہ کے نمایاں نتائج صرف اس کی ناکامی اور نامراد واپسی، پھر اس کی موت ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ تمام عرب قبائل میں مکہ اور قریش کا مقام و مرتبہ مزید بلند ہوا، اور اس کا اثر ان سے وابستہ تمام امراء و حکّام و ملوک پر بھی پڑا اور مکہ حسب سابق اپنی آزادی و خود مختاری کے ساتھ باقی رہا۔ (سہ ماہی آفاق الثقافۃ والتراث، دبئی، جلد ۱۰، شمارہ ۳۷، اپریل ۲۰۰۲ء صفحات ۶-۱۴)

حواشی و مراجع

؎۱ السیرۃ، ابن اسحاق، تحقیق محمد حمیداللہ، الرباط ۱۹۷۶، ۱/۳۹

؎۲ الوسیط فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ہاشم یحییٰ الملاح، جامعۃ الموصل ۱۹۹۴ء طبع اول ص ۱۰۱-۱۰۵

؎۳ اخبار مکۃ و ماجاء فیہا من الآثار، محمد بن عبداللہ الازرقی، تحقیق رشد الصالح ملحس، طبع مکہ ۱۹۶۵، طبع دوم، ۱/۱۳۸

؎۴ تاریخ الرسل والملوک، محمد بن جریر الطبری، القاہرہ ۱۹۶۸ء طبع دوم ۲/۱۳۰-۱۳۲

؎۵ تاریخ الرسل والملوک حوالہ سابق

؎۶ الوسیط ص ۱۰۳-۱۰۵

؎۷ اخبار مکہ ۱/۱۳۸، تاریخ الرسل والملوک ۲/۱۳۰-۱۳۲

؎۸ سیرۃ النبی۔ ابن ہشام۔ تحقیق مصطفیٰ السقا و رفاقہ، بیروت، بدون تاریخ، طبع اول ۱/۴۴-۴۵۔

؎۹ تاریخ الرسل ۲/۱۳۰-۱۳۲ ؎۱۰ تاریخ الرسل حوالہ سابق

؎۱۱ الوسیط ص ۱۰۳-۱۰۵ ؎۱۲ الوسیط ص ۱۰۵-۱۰۶

؎۱۳ سیرۃ النبی ۱/ ۴۹

؎۱۴ سیرۃ النبی ۱/۵۰، اخبار مکۃ ۱/۱۴۳

؎۱۵ السیرۃ ۱/۳۹-۴۱ - اخبار مکۃ ۱/ ۱۴۳

؎۱۶ السیرۃ حوالہ سابق، اخبار مکہ، حوالہ سابق

۱۷ه السیرۃ حوالہ سابق ، اخبار مکہ ۱/۱۴۵

۱۸ه اخبار مکۃ ۱/۱۰۳-۱۰۵ ۱۹ه ایضاً ۲۰ه ایضاً

۲۱ه تاریخ الرسل والملوک ۲/۱۳۰-۱۳۵ ۲۲ه سیرۃ النبی ۱/۵۰-۵۲

۲۳ه اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجئے السیرۃ ۱/۳۸-۴۰ سیرۃ النبی ۱/۵۰-۵۵

تاریخ الرسل والملوک ۲/۱۳۰-۱۴۰ ۲۴ه السیرۃ ۱/۳۹ ، سیرۃ النبی ۱/۵۰

۲۵ه سیرۃ النبی ۱/۴۵-۴۷ ۲۶ه سیرۃ النبی حوالہ سابق

۲۷ه مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجئے سیرۃ النبی ۱/۴۵-۴۷

۲۸ه ہاتھی سے متعلق مزید معلومات کے لیے دیکھئے جامع البیان فی تفسیر القرآن محمد بن جریر طبری ، بیروت ۱۹۷۲ء طبع دوم، تفسیر ابن کثیر قاہرہ ۱۹۵۴ء طبع سوم، انوار التنزیل و اسرار التاویل بیضاوی قاہرہ بدون تاریخ طبع اول

۲۹ه اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے دیکھئے السیر والمغازی، محمد بن اسحاق، تحقیق سہیل زکار دار الفکر ۱۹۷۸ء طبع اول ۱/۲۳-۲۵ - اخبار مکہ ۱/۴۴-۴۹

۳۰ه ایام العرب فی الجاہلیۃ، محمد احمد جاد المولیٰ و رفاقہ، دار الفکر ۱۹۶۱ء ص ۳۲۲-۳۳۲

۳۱ه السیر والمغازی ۱/۲۳۶-۲۳۸

۳۲ه جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا - زبیر بن بکّار، تحقیق محمود محمد شاکر، دار العروبہ ۱۳۸۱ھ

۳۳ه جمہرۃ نسب قریش حوالہ سابق ۳۴ه تاریخ الرسل والملوک ۲/۱۳۰-۱۳۱ ۳۵ه سیرۃ النبی ۱/۴۶-۵۰

۳۶ه سورۂ فیل کی مزید تفسیر کے لیے دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۴/۵۵۲-۵۵۶

۳۷ه سیرۃ النبی ۱/۴۶-۵۰، تفسیر ابن کثیر ۴/۵۵۲-۵۵۶ ۳۸ه اخبار مکہ ۱/۱۴۸

۳۹ه سیرۃ النبی ۱/۴۶-۵۰ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۲-۴۰

۴۰ه الکامل فی التاریخ ، ابن اثیر، بیروت ۱۹۶۵، طبع اول ۲/۸۰-۸۵

۴۱ه سورۂ فیل کی تفسیر کے لیے ملاحظہ کیجئے الجامع لاحکام القرآن قرطبی اور انوار التنزیل بیضاوی

۴۲ه محاضرات فی تاریخ العرب، صالح احمد العلی، جامعۃ الموصل ۱۹۸۱ء طبع اول ص ۳۰

۴۳ه ملاحظہ کیجئے بنو مخزوم و دورہم السیاسی والحضری حتی نہایۃ العہد الراشدی، ریاض ہاشم نعیمی (غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی تھیسس) کلیۃ الآداب۔ جامعۃ الموصول ۱۹۹۶ء

۴۴ه صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی قاہرہ ۱۹۵۵ء طبع اول ۷/۵۸